بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن مجید کے الفاظ اور انداز بیان میں تدبر-5

قرآن مجید کے خوبصورت الفاظ اور بہترین انداز بیان پر غور وفکر کا درس جاری ہے پچھلے درس میں ایک ہی معنے کے مختلف لفظوں پر غور وفکر کیا تھا (سنةٌ، عامٌ، حولٌ اور حِجةٌ)

آج کی نشست میں ایک ہی لفظ کی تشکیل یعنی زیر وزبر وغیرہ میں تھوڑی سی تبدیلی سے معنے میں کیا تبدیلی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا خوبصورت پیغامات منسلک ہیں آیئے دیکھتے ہیں:

قران مجید مین سلام کے لفظ پر غور وفکر کرتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿٢٥﴾﴾ [الذاريات: 25]

جب وہ (یعنی انسانوں کی صورت میں فرشتے) ان کے پاس آئے (یعنی ابراہیم علیہ السلام) اور گھر میں داخل ہوئے تو سلام کہا۔ انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا اور سوچا کہ یہ تو اجنبی لوگ ہیں۔ فرشتوں کا سلام سلاماً اور جواب میں ابراہیم علیہ السلام کا سلام سلامٌ کیوں ہے؟ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

پہلے سلام کے متعلق شرعی اصول ہمیشہ یاد رکھیں:

سلام کے متعلق شرعی اصول یہ ہے کہ سلام کا جواب سلام سے اچھا اور بہتر انداز میں ہونا چاہیے، یا کم سے کم اسکے برابر ہوں اچاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾﴾ [النساء: 86]

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس اصول کو کیسے مد نظر رکھا گیا ہے اور اسکا حق کس پیارے انداز میں ادا کیا گیا ہے، چند مثالیں:

1-سلاماً اور سلامٌ میں فرق:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝٢٥﴾ [الذاریات: 25]

سلاماً اور سلامٌ میں کیا فرق ہے؟

اس سوال کا جواب عربی لغت اور بلاغت کے اس قاعدے میں ہے کہ: فعل اور جملہ فعلیہ اور اسم اور جملہ اسمیہ کی دلالت میں فرق ہے، فعل اور جملہ فعلیہ وقت محدود اور تجدید کا فائدہ دیتی ہے اور اسم اور جملہ اسمیہ ہیشگی کا فائدہ دیتی ہے۔اب اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے سلاما اور سلام کے اعراب کو دیکھتے ہیں:

سلاماً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے جس کی تقدیر نسلم ہے يعني نسلم سلاماً، یعنی یہ جملہ فعلیہ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جملہ فعلیہ وقت محدود اور تجدید کا فائدہ دیتی ہے يعني ہم ابھی اسی وقت سلام کرتے ہیں، نسلم سلاماً یعنی الآن.

سلامٌ: خبر حذف شدہ مبتدا کی جس کی تقدیر سلامی سلامٌ ہے، یعنی یہ جملہ اسمیہ ہے۔اور قاعدہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ میں ہیشگی کا معنی موجود ہوتا ہے۔یعنی ابراہیم علیہ السلام کا سلام دائمی سلام ہے، کیونکہ انکی انکی شخصیت میں، رہن سہن میں اور تمام معاملات زندگی ہی سلام کی اساس پر قائم رہی اور اس کا ہی ہمیشہ خیال رکھا ہے ۔یہاں تک کہ جب اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ملا تو فرمایا:

﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝١٠٣﴾ [الصافات: 103]

پس جب دونوں نے تسلیم کرلیا اور اس نے پیشانی کے بل ڈال دیا۔

اور جب آگ میں ڈالے گئے تب بھی اسلام، سلامتی اور رب ذوالجلال پر مکمل سپردگی اور بھروسہ رہا۔

2-جنت میں فرشتوں کا سلام بھی سلامٌ ہے

﴿... سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝٧٣﴾ [الزمر: 73]

ہمیشہ کے لیے امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔ کیونکہ جنت ہمیشہ کے لیے امن اور سلامتی کی جگہ ہے۔

3-اہل جنت (جنتیوں) کا سلام بھی سلامٌ ہے

﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝٤٤﴾ [الأحزاب: 44]

4-اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہمیشہ افضل اور بہتر ہوتا ہے، مثال:

1-﴿سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۝٧٩﴾ [الصافات: 79]

2-﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝١٠٩﴾ [الصافات: 109]

3-﴿سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝١٢٠﴾ [الصافات: 120]

4-﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ۝٥٨﴾ [يس: 58]

يعني سلام الله سلامٌ. اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہمیشہ اور دائمی ہوتا ہے۔

وقولاً يعني قال الله قولاً اور یہ جملہ فعلیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا قول متجدد ہے اور علماء اللہ تعالیٰ کے قول میں اس پاک کلام میں چھپے ہوئے الفاظوں کے خوبصورت معنے اور بلاغت کے کمال کے خزانے حاصل کرتے رہیں گے تاقیامت۔

5-﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ... ۝٥٩﴾ [النمل: 59]

6-﴿وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥﴾ [مريم: 15]

یہ ہے یحیٰ علیہ السلام کے متعلق، لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق السلام کیوں فرمایا؟

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾﴾ [مریم: 33]

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے خود عیسی علیہ السلام اپنے آپ پر سلام بھیج رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ السلام معرفہ سے سلام ہونا چاہیے تھا جس میں تخصیص و تعین کا معنی ہے نا کہ نکرہ سلامٌ سے جس میں عموم و شمول کا معنی ہے۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

یہ اس پیارے لفظ کے تعلق سے چند اہم باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرنے اور اس میں غور و فکر کرنے کی اور صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، توحید اور سنت اور منہج السلف الصالحین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر وبا، فتنے اور شر سے محفوظ فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (رمضان اور قرآن-5) سے لیا گیا ہے۔